© rasailojaraid.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

## "عدمِ تشدّد یا صبر"

ہندوستان کے موجودہ عالمِ بےبسی و مجبوری میں تشدّد پر کچھ لکھنا لکھانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی طائرِ قفس کا اپنے صیاد کی طرف گھسی ہوئی چونچ اور ٹوٹے ہوئے پنجوں سے اشارہ کرنا، یا کسی شیرِ عرین کا کٹھرے میں بند ہونے کی حالت میں آزاد شیر کی طرح گونجنا اور غُرانا، لیکن گاندھی جی جو اس زمانہ میں "عدمِ تشدّد" کے سب سے بڑے داعی ہیں اُنھوں نے گذشتہ ڈیڑھ دو ماہ میں اپنے اس عقیدہ کی اس زور شور سے تبلیغ و اشاعت کی ہے کہ ہمارے بعض نوجوان بھی اُس سے متاثر ہو گئے ہیں۔ اگر گاندھی جی اس نظریہ کو اپنے تک ہی محدود رکھتے تو ہمیں اُس سے تعرض کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، لیکن اُنھوں نے اپنے بعض جدید مضامین میں قرآن مجید کا اور بعض قومی کارکن مسلمانوں کے عمل کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اُن کے "عدمِ تشدّد" کے نظریہ کی تائید خود اسلام کی تعلیمات سے ہوتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ گاندھی جی اس مسئلہ میں صحیح راستہ پر نہیں ہیں۔ اور اُنھوں نے اسلام کی تعلیمات کو درمیان میں رکھ کر ایک ایسی جرأت کی ہے جو اُن کو نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس لیے "تشدد" کے بارہ میں اسلام کا جو نظریہ ہے ہم ذیل میں اُس کو نہایت مختصر طریقہ سے بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ گاندھی جی اور اُن کے ہم عقیدہ لوگوں کو جو غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو سکے۔

---

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ مکمل اور فطری مذہب ہے اس نے جو عالمگیری حاصل کی اُس کا راز صرف اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اُس کی تعلیمات کی بنیاد ایسے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مستحکم اصول پر قائم ہے جو انسان کے نفسیاتی احساسات اور اُس کے فطری و طبعی رجحانات میں کوئی تصادم پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ اُن کو ایک ہموار سطح پر لاکر معتدل بنا دیتے ہیں۔ فلسفۂ اخلاق کے پیش نظر دنیا کی تمام اچھائیوں کی بنیاد عدالت پر قائم ہے، اور عدالت کے معنٰی ہیں کسی چیز کی نسبت کوئی حکم لگاتے وقت اُس کی جانب افراط و تفریط میں ایک ایسا توازن و تناسب قائم رکھنا جس کی وجہ سے اُس چیز کے تمام پہلوؤں میں ——— ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا ہو جائے۔

آپ اسلام کی تمام تعلیمات کو فرداً فرداً دیکھ جائیے، آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ سب کی سب خواہ انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی زندگی سے اسی عدالت پر قائم ہیں۔ اُن سے ذرا ہٹیے تو آپ کا قدم افراط میں جا پڑیگا یا تفریط کے غار میں آپ اوندھے مُنہ گر پڑینگے۔ اسی رعایت عدالت کی بنیاد پر اُس نے لوگوں کو دعوت دی کہ اگر تم حقیقی امن و امان چاہتے ہو تو وہ تمہیں صرف اسلام کے سایہ میں مل سکتا ہے۔

قرآنِ مجید میں بار بار فتنہ و فساد پھیلانے کی سخت مذمت کی گئی ہے، اور لوگوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ صلح و صفائی، اور امن و آشتی کے ساتھ رہیں۔ ارشاد ہے:-

| | |
|---|---|
| ولا تعثوا فی الارض مفسدین | تم زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔ |
| ولا تتبع سبیل المفسدین ۔ | آپ فساد پردازوں کے راستہ پر نہ چلیے۔ |
| ان اللّٰہ لا یحب المفسدین ۔ | تحقیق اللہ تعالیٰ فتنہ پردازوں کو پسند نہیں کرتا |

ایک مقام پر فتنہ پروروں کی چند علامتیں بیان کرنے کے بعد اُن کی مذمت کی گئی ہے۔

| | |
|---|---|
| ومن الناس من یعجبك قولہ فی | اور بعض لوگ ایسے ہیں جن کی باتیں دنیا کی زندگی |
| الحیٰوۃِ الدُّنیا وَ یُشْھِدُ اللّٰہ علیٰ | میں آپ کو بھلی معلوم ہونگی اور وہ اپنے دل کے |
| ما فی قلبہٖ وھوالدّ الخصام ۔ | خیال پر خدا کو گواہ ٹھہراتے بھی ہیں لیکن (دراصل |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



واذا تولی سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا و یھلک الحرث والنسل و اللہ لا یحب الفساد۔ وہ دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔ اور جب وہ آپ کے پاس سے لوٹ کر جاتے ہیں تو زمین میں ادھر سے اُدھر پھرتے ہیں کہ وہ فساد پیدا کریں اور کھیتوں اور انسان کی نسل کو ہلاک کر دیں، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

فتنہ و فساد کی اس شدید مذمت کے ساتھ ساتھ اسلام نے یہ بتایا کہ انسان کی جان اس دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی شے ہے، اُس کا احترام کرنا چاہیے، اور بے خطا قتل کر دینے کو سب سے بڑی معصیت قرار دیا لیکن اسلام انسان کی فطرت سے اغماض نہیں کر سکتا تھا، وہ جانتا تھا کہ انسان انسان ہی، فرشتہ نہیں۔ اُس میں کسب خیر و شر دونوں کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ وہ جس طرح اپنے ملکوتی صفات کی وجہ سے انسان کہلانے کے باوجود مخدوم ملائک بن سکتا ہے، ٹھیک اُسی طرح کبھی وہ اپنی قوتِ شہوی و غضبی سے اس درجہ مغلوب ہو جاتا ہے کہ وعظ و پند کے تمام حربے اُس کے لیے بے سود ثابت ہوتے ہیں اور خدا اور اُس کے احکام سے منحرف ہو کر کبھی اُس کی عقل و فہم پر گمراہی کے ایسے تاریک اور تو بر تو پردے پڑ جاتے ہیں کہ ارشاد و ہدایت کی تمام کوششیں اُن کے اُٹھانے میں ناکام رہتی ہیں۔ وہ اپنی شہوات و خواہشات کا غلام بن کر، اور انسانیت و شرافت کے تمام لوازم و آداب سے باغی ہو کر اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد کا ہنگامہ گرم کر دیتا ہے، اور امن و صلح کی آبادی کو انسانوں کے خون سے رنگین کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ اس مرحلہ پر پہنچ کر اسلام حکم دیتا ہے کہ جبر کا مقابلہ جبر سے کرو، جو تمہارے مُنہ پہ بے قصور و بے خطا طمانچہ رسید کرتا ہے، تم بھی اُس کے مُنہ پر طمانچہ رسید کر دو۔ اسلام کی تعلیم کے اکمل اور عین مطابق فطرت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایسے مواقع پر وہ ایک طرف تو یہ حکم دیتا ہے کہ طمانچہ کا جواب طمانچہ سے دو۔ تاکہ اُس کو پھر دوبارہ ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اور دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ زیادتی ہرگز نہ کرو، ارشاد ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان اللہ لایحب المعتدین۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام اُس ماہر ڈاکٹر کی طرح ہے جو مریض کے کسی عضو میں مادۂ فاسد دیکھ کر کوشش کرتا ہے کہ اس عضو کو باقی رکھتے ہوئے ہر ممکن سے ممکن طریقہ پر اُس مادہ کا اخراج کر دے لیکن اگر اُس کی یہ تمام کوششیں بیکار رہتی ہیں تو اُسے لامحالہ اُس عضو کو کاٹنا پڑتا ہے۔ اس عمل سے مریض کو یقیناً تکلیف ہوتی ہے اور اُس کے جسمانی تناسب میں فرق بھی پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ تمام صعوبتیں صرف اس لیے برداشت کرلی جاتی ہیں کہ مریض کی بھلائی، اور اُس کی عام صحت برقرار رکھنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہتا۔ بس اسی طرح سوسائٹی کے بعض شریر افراد، یا انسانی جماعت کا ایک شریر گروہ اس مادۂ فاسد کی طرح پھیلنے اور بڑھنے لگے تو اُس کے انسداد کے لیے ایک آخری کوشش اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اُس پر عمل جراحی کیا جائے۔ تاکہ اُس کا اثر متعدی ہو کر دوسروں تک نہ پہنچے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا قتل شریعتِ اسلام میں سب سے بڑا گناہ ہے لیکن اگر فتنہ کے انسداد کے لیے تمام ارشاد و وعظ کی کوششیں ناکام ہو چکی ہوں تو پھر اسلام حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کو تلوار کے زور سے اس کا سر قلم کر دینا چاہیے۔ چنانچہ قرآن مجید ہے:۔

"والفتنۃ اشد من القتل" اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

"ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب" اے عقل والو قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔

قرآن کے اس حکم کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی امر منکر کو دیکھے تو اُسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے۔ اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے اس کو روکنے کی کوشش کرے اور اگر یہ بھی اس کے بس میں نہیں ہے تو پھر کم از کم دل سے ہی اُس کو بُرا سمجھنا چاہیے، اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اسلام کی ان تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اگر دنیا میں شروفساد اور ظلم و تعدی پاتے ہیں، تو اُن کو امن و امان قائم کرنے اور عام انسانی فلاح و بہبود کی خاطر اُس فتنہ کا سدباب کرنا چاہیے اور اُس کے لیے ہر ممکن ذرائع سے کام لینا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہے تو انہیں جبر اور تشدد سے اُس کا استیصال کر دینا چاہیے۔ اس طریق عمل سے چند شریر جانیں ضرور تلف ہونگی لیکن عام انسانی سوسائٹی امن و عافیت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیگی۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم آخر وقت تک ظالموں سے رفق و ملاطفت کا برتاؤ کرتے رہو، اور کسی حالت میں بھی اُن پر جبر نہ کرو۔

یہ ہے اسلام کی صحیح تعلیم۔ اب اس کے مقابلہ میں گاندھی جی کا نظریہ عدم تشدد دیکھیے تو اُس کا حاصل یہ ہے کہ کسی حکومت کے ہاتھ میں خواہ کتنی ہی طاقت و قوت ہو، اُس کو کسی وقت بھی شروفساد کے استیصال کے لیے جبر و تشدد کا استعمال جائز نہیں ہے، اُس کو کوشش یہ کرنی چاہیے کہ لطف اور مدارات سے فتنہ پروروں پر اخلاقی دباؤ ڈالے اور اُن کے ظلم و جبر کے مقابلہ میں اُس کی طرف سے کوئی جابرانہ کارروائی ہرگز نہ ہونی چاہیے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا!

گاندھی جی کا جو نظریہ ہے وہ اُس کی تائید میں خواہ کیسی ہی فلسفیانہ دلائل پیش کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی کسی قوم میں دائمی طور پر قابلِ عمل نہیں ہوسکتا۔ اس نظریہ کا مقصد یہ ہے کہ عدم تشدد کی راہ سے ظالم و جابر پر اخلاقی دباؤ ڈالا جائے، اور اس طرح اُس سے حق بات کا اعتراف کرایا جائے لیکن یہ صرف وہیں ہوسکتا ہے جہاں روح میں زندگی اور اخلاق میں کوئی بیداری موجود ہو۔ وہ لوگ جو پتھر سے زیادہ سخت دل ہوگئے ہوں اور جن پر اخلاقی و روحانی موت طاری ہو چکی ہو اُن سے کسی اخلاقی دباؤ سے متاثر ہونے کی توقع ایسی ہے جیسی کسی دیوار سے رونے یا کسی پتھر سے ہنسنے کی اگر ایک چٹان آپ کی الحاح وزاری سے اثر پذیر ہو کر آپ کے راستہ سے نہیں ہٹتی تو آپ کے پاس آگے بڑھنے کے لیے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ آپ زبردستی اُس کو وہاں سے دور کر دیں۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کسی چیز کی حقیقت یا اُس کے حُسن پر فلسفیانہ نقطۂ نگاہ سے بحث کرنا اُس بحث سے بالکل مختلف ہوتا ہے، جو اُس کے عملی امکانات کو سامنے رکھ کر کی جائے۔ بسا اوقات انسان فلسفہ کی عینک سے کسی چیز کو دیکھتا ہے تو وہ اُسے بڑی خوبصورت نظر آتی ہے۔ لیکن جب انسانی فطرت کا اقتضاء شدید ہوتا ہے تو خود اس سے اُس کے نظریہ کے خلاف افعال سرزد ہونے لگتے ہیں، یاد ہوگا، آج بارہ تیرہ سال پہلے کی بات ہے گاندھی جی نے اپنے آشرم کے ایک سخت بیمار بچھڑے کو ایک زہریلی دوا کے انجکشن سے ہلاک کروا دیا تھا۔ لوگوں نے اُس پر اعتراض کیا، تو اُنھوں نے کہا کہ بچھڑا انتہا درجہ بیمار تھا اور اُس کی زندگی کی کوئی توقع باقی نہیں رہی تھی۔ اس لیے میں نے یہ مناسب جانا کہ اُسے ہلاک کروا کر اُس کو بیماری کی مصیبت سے نجات دلا دوں۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اگر اس بچھڑے کی طرح بعض انسانوں پر اخلاقی موت طاری ہو جائے اور اُس سے اُن کے بچنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی ہو، تو اُن کو گولی کا نشانہ بنا دینا خلاف عدل وانصاف ہوگا؟

---

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام نے جس تشدد کو نہ صرف جائز بلکہ واجب قرار دیا ہے اُس کا استعمال اُسی وقت جائز ہے جبکہ مسلمانوں کے ہاتھ میں طاقت وقوت ہو، اور وہ عظیم الشان جماعتی نقصان کے بغیر اُس کو کام میں لا سکتے ہوں۔ ورنہ اگر مسلمان کسی ملک میں انتہا درجہ مغلوب ومحکوم ہوں تو اسلام اُن کے لیے یہ جائز نہیں رکھتا کہ وہ انفرادی طور پر تشدد کا استعمال کر کے اپنی جماعت کو عظیم نقصان میں مبتلا کر دیں۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اس طرح کے تشدد سے الگ رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خودمختارانہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور جب طاقت حاصل ہو جائے تو وہ ظالموں کی سرکوبی کر کے اُس سے غریبوں، مظلوموں اور بے بسوں کی حفاظت اور ایک عالمگیر امن وامان قائم کرنے کا کام لیں

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید "اور ہم نے لوہا اتارا اُس میں سخت رعب ہے۔"



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اسی قسم کے موقع کے لیے فرمایا گیا ہے۔ اور جب تک انہیں طاقت حاصل ہو صبر اور استقلال سے کام لینا چاہیے گاندھی جی جس چیز کو "عدم تشدد" کہتے ہیں وہ وقتی اعتبار سے اسلامی اصطلاح کے ماتحت "صبر" پر تو منطبق ہوسکتا ہے، لیکن وہ جس وسیع معنی میں "عدم تشدد" کا اطلاق کرتے ہیں اسلام کو اُس سے دور کا بھی تعلق نہیں

*

گاندھی جی نے خان عبدالغفار خاں کا حوالہ دے کر تحریر کیا ہے کہ وہ نماز روزہ کے بڑے پابند ہیں اور سچے مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود نظریۂ عدم تشدد کے قائل ہیں۔ ہم کہتے ہیں اگر خانصاحب اس نظریہ کو اُسی تفصیل کے ساتھ قبول کرتے ہیں جو آپ بیان کرتے رہتے ہیں تو قبول کریں۔ بہرحال یہ واضح امر ہے کہ کسی مسلمان کے پابند نماز و روزہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کا ہر فعل یا عقیدہ اسلام کی تعلیم کے عین مطابق ہے، ورنہ اگر یہ صحیح نہیں ہے تو کیا خان صاحب کے فرزند ارجمند نے سول میریج ایکٹ کے ماتحت جو ایک پارسی لڑکی سے شادی کی ہے، اُس کو بھی اسلامی اور شرعی طور پر جائز کہا جائیگا؟

*

اخیر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہم میں اور گاندھی جی میں اختلاف صرف اُس وقت سے متعلق ہے جبکہ ہمارے پاس حکومت اور طاقت ہو، ورنہ بحالات موجودہ تشدد کے بارہ میں ہمارا اور اُن کا طرز عمل ایک ہی ہے فرق اگر ہے تو یہی کہ ہم اپنی اصطلاح کے مطابق اپنی موجودہ غیر متشددانہ حالت کو صبر سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ ایک خاص نظریہ کے پابند ہونے کے باعث اُسے "عدم تشدد" کہتے ہیں۔ ہم جب کبھی آزاد ہونگے دیکھا جائیگا، اس وقت تو ہم سب کا مشترک عمل یہ ہے:-

بے کاری جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل — جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی (غالب)

*

یہ واضح رہنا چاہیے کہ ہماری یہ گفتگو "تشدد" کے عام معنی یعنی "سخت گیری" کے لحاظ سے ہے۔ آئندہ کسی فرصت میں ہم ایک مستقل مقالہ میں اس پر بحث کرینگے کہ اسلام میں جہاد اور حدود و قصاص وغیرہ کے جو احکام پائے جاتے ہیں اُن کو فلسفہ کی مخصوص اصطلاح "تشدد" کے ماتحت تشدد کہا بھی جا سکتا ہے یا نہیں، یا اُن کو "عدل" کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ اور عدل اور تشدد اور اعتداء میں باہمی فرق کیا ہے اور اسلام ان میں سے کس کو جائز قرار دیتا ہے اور



© rasailojaraid.com